حقیقتِ حج

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین

حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن

مدظلہ الاقدس



حقیقتِ حج

حقیقتِ حج

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین

حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن

مدظلہ الاقدس



نام کتاب حقیقتِ حج

تصنیفِ لطیف سلطان العاشقین
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

ناشر سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

بارِ اوّل مئی 2015ء

بارِ دوم مارچ 2020ء

تعداد 500

ISBN: 978-969-9795-92-3



سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سُلطان الفقر ہاؤس

4-5/A ۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790
Ph: 042-35436600, 0322-4722766
www.sultan-bahoo.com
www.sultan-ul-arifeen.com
www.sultan-ul-faqr-publications.com
E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

حج دین اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ حج کے لغوی معنی ''زیارت کرنا'' اور ''ارادہ کرنا'' کے ہیں لیکن اصطلاحِ شریعت میں یہ وہ مخصوص عبادت ہے جو اسلامی ماہ ذوالحج کے چھ دنوں 8 ذوالحج سے 13 ذوالحج تک منیٰ، میدانِ عرفات، مزدلفہ، بیت اللہ شریف میں ادا کی جاتی ہے۔ حج 9ھ میں فرض ہوا اور ہر اُس صاحبِ استطاعت مسلمان مرد اور عورت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے جو عاقل، بالغ، تندرست اور آزاد ہو اور مالی لحاظ سے حجِ بیت اللہ کے سفر کے اخراجات برداشت کر سکتا ہو۔ حج کا منکر دین اسلام سے خارج ہے اور اس کا تارک اور شرعی عذر کے بغیر دیر کرنے والا سخت گناہ گار، فاسق اور فاجر ہے۔ حکم ہے کہ اس کی شہادت بھی قبول نہ کی جائے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- ترجمہ: اور اللہ کی طرف سے اُن لوگوں پر اس گھر (بیت اللہ) کا حج فرض کر دیا گیا ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جو کوئی اسے نہ مانے تو جان لے کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ (سورہ آلِ عمران۔97)

- ترجمہ: حج کے جانے پہچانے چند مہینے ہیں تو جو شخص ان میں حج کی نیت کر لے تو دورانِ حج نہ تو وہ کوئی بے حیائی کی بات کرے اور نہ کوئی گناہ کرے اور نہ کسی سے لڑائی جھگڑا کرے، تم جو کوئی بھی خیر کا کام کرو تو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے اور تم اپنا زادِ راہ ساتھ لے کر چلو لیکن (خوب یاد رکھو) بہترین زادِ راہ ''تقویٰ'' ہے۔ اس لیے اے اہلِ شعور! مجھ سے ڈرتے رہو۔ (البقرہ۔197)

- ترجمہ: اور لوگوں کو حج کے لیے پکارو، پیدل چل کر اور دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر چلے

آئیں۔(الحج۔27)

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 197 میں بہترین زادِراہ تقویٰ کو قرار دیا گیا ہے۔تقویٰ کے لغوی معنی پرہیزگاری یا کسی چیز سے بچنا اور محفوظ رہنا ہے لیکن اصطلاحِ فقر میں قلب (باطن) کا خلق سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ جتنا کسی انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا وہ اتنا ہی متقی یا صاحبِ تقویٰ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ دل (باطن) میں ہوتا ہے۔ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی نے تقویٰ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انگلی سے قلب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ 'سلطان الوھم' میں فرماتے ہیں:

''دِل کو ماسویٰ اللہ سے پاک کرنے کا نام تقویٰ ہے۔''

عام اصطلاح میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی عمل کو کرتے وقت جو دل کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے وہی تقویٰ ہے۔عمل سے مخلوق کے سامنے ریاکاری ہو سکتی ہے' لیکن قلب سے اللہ تعالیٰ کے حضور ریاکاری ممکن نہیں ہے اس لیے احادیث مبارکہ ہیں ''اللہ تعالیٰ نیتوں کو دیکھتا ہے اعمال کو نہیں'' یا ''اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتیں دیکھتا ہے اور نہ اعمال بلکہ وہ تمہاری نیتوں اور دلوں کو دیکھتا ہے'' اور ''منافق کا عمل اعلیٰ ہوتا ہے اس کی نیت سے اور مومن کی نیت اعلیٰ ہوتی ہے اس کے عمل سے۔''

حج کی اہمیت کا اندازہ ان احادیث مبارکہ سے ہو جاتا ہے:

- جو شخص اس حالت میں مرے کہ استطاعت کے باوجود اُس نے حج نہ کیا ہو تو اُسے کہہ دو کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی غرض نہیں۔
- جس نے حج کیا اور پھر جسم کو فسق و فجور سے آلودہ نہ ہونے دیا، زبان کو بے ہودہ اور ناشائستہ باتوں سے پاک رکھا تو وہ تمام گناہوں سے ایسے ہی پاک ہو گیا جیسے کہ پیدا ہونے کے دن پاک تھا۔

- بہت سے گناہ گار ایسے ہیں کہ اُن کا کفارہ سوائے عرفات میں کھڑا ہونے کے ادا نہیں ہوسکتا۔
- شیطان کو کسی دن اتنا ذلیل وخوار نہ پاؤ گے جتنا کہ وہ روزِ عرفات ذلیل اور حقیر ہوتا ہے کیونکہ اُس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔
- اس سے بڑھ کر شدید گناہ کوئی اور نہیں کہ کوئی میدانِ عرفات میں کھڑا ہو کر یہ سوچے کہ اس کی مغفرت نہیں ہوئی۔

حج کی اقسام

حج تین قسم کا ہوتا ہے۔

- جس کے ساتھ عمرہ نہ ملایا جائے وہ حج افراد کہلاتا ہے۔
- حج اور عمرہ ایک ہی احرام سے ادا کرنے کو حج قران کہتے ہیں۔
- عمرہ اور حج ایک ساتھ کرے لیکن عمرہ کا احرام الگ باندھا جائے اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد کھول دیا جائے پھر 8 ذوالحج کو دوبارہ احرام باندھ کر حج کرے تو اس حج کو حج تمتع کہتے ہیں۔

حج میں تمام عبادات کی خصوصیات شامل ہیں۔ اس میں نمازوں کی طرح دعا اور مناجات، روزوں کی طرح بھوک، نفسانی خواہشات سے پرہیز اور زکوٰۃ کی طرح مالی قربانی اور جہاد کی طرح بدنی اور جسمانی مشقت شامل ہے۔ حج کی عبادات کا تعلق ظاہر سے زیادہ باطن کے ساتھ ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

حجِ شریعت

حجِ شریعت یہ ہے کہ شرائط کی پابندی کے ساتھ حجِ بیت اللہ کے ارکان ادا کرے حتیٰ کہ ثواب حج

حاصل ہو جائے۔ اگر شرائط کی ادائیگی میں کوئی نقص واقع ہو جائے تو حج بھی ناقص اور فاسد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ہمیں کامل حج کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (البقرہ۔196)

ترجمہ: اور اللہ (کو راضی کرنے) کے لیے حج اور عمرہ کا اتمام کرو۔

اس کی شرائط یہ ہیں کہ پہلے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہو، پھر طوافِ قدوم، پھر منیٰ میں قیام، عرفات میں وقوف، پھر مزدلفہ میں شب بسری، رمی جمرات اور منیٰ میں قربانی پھر بیت الحرام میں داخلہ، پھر طوافِ کعبہ اور پھر مقامِ ابراہیم پر دو رکعت واجب الطواف پڑھنا۔ اس کے بعد وہ تمام باتیں حلال ہو جاتی ہیں جن کا کرنا اللہ تعالیٰ نے احرام کی حالت میں حرام قرار دیا ہے۔[1]

حجِ باطن

حج کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حاجی بیت اللہ کا دیدار اور مقدس جگہوں کی زیارت کر کے گھر واپس آجائے بلکہ حج کا مقصد "صاحبِ خانہ کی حضوری، مشاہدہ اور مکاشفہ" ہے۔

حج کیا ہے؟...... یہ خالصتاً اللہ کیلئے سفر کرنا ہے۔ اپنا وقت اور مال خرچ کر کے وہاں پر پہنچنا ہے جہاں اللہ کی نشانیاں ہیں۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا پر سرِ تسلیم خم کر دیا اور دنیا کا نفع نقصان نہ دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اِن مقامات کو اپنی نشانیاں بنا لیا اور اب بار بار اپنے محبوب بندوں کا عمل لوگوں سے کروا کر اُن کی محبت کے انداز کو دیکھ رہا ہے۔ حج کی تمام رسومات اسی بات کا عملی اظہار ہیں۔ بندہ اپنے ربّ کی رضا کیلئے مصروفِ عمل ہے۔ وہ اللہ کے دوستوں کا دوست اور اللہ کے دشمنوں کا دشمن ہے...... روزِ قیامت حشر کے میدان میں اپنے اللہ کے سامنے حاضری کی کیفیت کو آج ہی اس نے اپنے اوپر طاری کر لیا ہے۔ وہ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اپنے اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔

---

[1] شرائطِ حج شریعت کی ہر کتب میں مذکور ہیں۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے اُن سے رجوع فرمائیں۔

حج...... بظاہر ایک وقتی عبادت ہے مگر دراصل یہ ایک بندۂ مومن کی پوری زندگی کی تصویر ہے۔ یہ بندے کا اپنے ربّ کی ربوبیت اور اپنی عبدیت کا اقرار نامہ ہے۔ حج مومن کی زندگی کی تعبیر بھی ہے اور اس کی موت کی تعبیر بھی۔ حج، حق تعالیٰ کے دیدار کا نام ہے۔ یہ دنیا کی زندگی میں اپنے ربّ سے قریب ہونے کی انتہائی شکل ہے۔ دوسری عبادتیں اگر اللہ کی یاد ہیں تو حج بارگاہِ قدس تک بندے کا پہنچ جانا ہے۔

کعبہ کے سامنے کھڑا ہو کر آدمی محسوس کرتا ہے گویا وہ خود اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے، طواف اس حقیقت کا مظہر ہے کہ بندہ اپنے ربّ کے گرد پروانہ وار گھوم رہا ہے...... وہ ملتزم کو پکڑ کر دعا کرتا ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے گویا اپنے ربّ کا دامن ہاتھ آ گیا ہے جس سے وہ بے تابانہ لپٹ گیا ہے اور اپنی ساری بات اس سے کہہ دینا چاہتا ہے۔ قلبِ انسانی پر مذکورہ کیفیات کا نزول تب ہی ممکن ہے جب قلب میں تقویٰ ہو۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ''معالی الھمم'' میں تحریر فرماتے ہیں:

✿ ایک شخص اُن کے پاس آیا، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا حج کر کے آ رہا ہوں۔ آپ نے دوبارہ دریافت کیا کہ کیا تو نے واقعی حج ادا کیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے مندرجہ ذیل سوالات کئے:

1۔ جب تُو حج کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہوا تھا تو کیا تو نے اس وقت اپنے گناہوں سے ہمیشہ کیلئے اجتناب کرنے کا ارادہ بھی کیا تھا؟

2۔ گھر سے روانہ ہو کر جس جس منزل پر گیا تو کیا تو نے ساتھ ساتھ خدا کے قرب کے مقامات بھی طے کیے؟

3۔ جب تو نے احرام باندھنے کیلئے کپڑے اتارے تو کیا تو نے صفاتِ بشریہ کو بھی اپنے سے جدا کیا؟

4۔ جب تو میدانِ عرفات میں مقیم ہوا تو کیا تجھ کو مکاشفہ بھی ہوا؟

5۔ جب تو مزدلفہ گیا تو کیا تو نے ہمیشہ کیلئے خواہشاتِ نفسانی کو ترک کرنے کا ارادہ کیا؟
6۔ جب تو نے طوافِ کعبہ کیا تو کیا اپنی آنکھوں سے جمالِ حق کا دیدار کیا؟
7۔ جب تو نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا باطنی طور پر صفا و مروہ کے مراتب کا مشاہدہ بھی کیا؟
8۔ جب تو نے مقامِ نحر میں قربانی ادا کی تو کیا اس جگہ پر اپنی خواہشاتِ نفسانی کو بھی قربان کیا؟
9۔ جب تو نے شیطان پر سنگریزے پھینکے تو کیا اس وقت تو نے ہوا و ہوس کی کدورتوں کو بھی پھینکا یا نہیں؟

اس شخص نے آپ ﷺ کے ہر سوال کا جواب نفی میں دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تو نے حج کے آداب و شرائط کو حج کے وقت پورا نہیں کیا اس لئے تیرا حج ہی نہیں ہوا۔ واپس جا اور مندرجہ بالا آداب اور طریقوں کے ساتھ حج کرتا کہ تو خانہ کعبہ میں پہنچ کر مقامِ ابراہیم تک رسائی حاصل کرے۔''

سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ حجِ شریعت اور طریقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

حجِ شریعت: حجِ شریعت یہ ہے کہ تمام شرائط اور ارکان کے ساتھ بیت اللہ کا حج کیا جائے یہاں تک کہ (حاجی کو) حج کا ثواب حاصل ہو جائے۔ لیکن اگر شرائط (کی ادائیگی) میں کسی قسم کا نقص واقع ہو جائے تو حج کا ثواب ناقص اور (حج) باطل ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں حج کو (بغیر کسی نقص کے) کامل کرنے کا حکم فرمایا ہے:

❁ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (البقرہ۔196)

ترجمہ: اور اللہ (کو راضی کرنے) کے لیے حج اور عمرہ کا اتمام کرو۔

حج کی شرائط یہ ہیں: سب سے پہلے احرام باندھنا، مکہ میں داخل ہونا، طوافِ قدوم کرنا[1]، عرفات

---

[1] مسجد حرام میں داخل ہونے کے وقت جو طواف کیا جاتا ہے۔

میں وقوف[1] کرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، منیٰ میں قربانی کرنا، حرم میں داخل ہونا، کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا، آبِ زم زم پینا اور مقامِ ابراہیم خلیل اللہ پر دو رکعتیں واجب الطواف پڑھنا۔

ان (شرائط کی ادائیگی) کے بعد وہ سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے احرام (کی حالت) میں حرام قرار دی تھیں۔ پس (حاجی کے لیے) اس حج کی جزا جہنم سے رہائی اور اللہ تعالیٰ کے قہر سے امان پانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران۔ 97)

ترجمہ: اور جو اس (کے حرم) میں داخل ہوا وہ امان پا گیا۔

اس کے بعد طوافِ صدر[2] اور پھر اپنے وطن واپسی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس (حجِ شریعت) کی توفیق عطا فرمائے۔

حجِ طریقت: حجِ طریقت میں زادِ راہ اور سواری سب سے پہلے صاحبِ تلقین (مرشد کامل اکمل) کی تلاش اور اس سے تلقین حاصل کرنا ہے اور پھر (ذکر کے) معنی پر نظر رکھتے ہوئے زبان سے دائمی ذکر کرنا ہے اور ذکر سے مراد زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر کرنا ہے۔ جب قلب کو (دائمی) حیات حاصل ہو جائے تو باطن میں ذکرِ حق تعالیٰ میں مشغول ہو جانا چاہیے یہاں تک کہ سب سے پہلے اسمائے صفات کے دائمی ذکر[3] سے (قلب کا) تصفیہ ہو جائے جس کے باعث جمال حق تعالیٰ کی صفات کے انوار سے (باطن میں) کعبۂ سِرّ ظاہر ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کو حکم فرمایا:

---

[1] میدانِ عرفات میں رک کر حج کا خطبہ سننا جہاں ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی جاتی ہے۔ [2] مسجد حرام سے رخصت ہونے کے وقت بیت اللہ کا آخری الوداعی طواف [3] باطن میں اسمائے صفات کے دائمی ذکر میں مشغول ہونے سے مراد ہے کہ صفاتی اسماء مثلاً الرحمٰن، الرحیم، لطیف وغیرہ کی صفات سے متصف ہوا جائے اور ان صفات کو دائمی طور پر اپنا لیا جائے۔ اسمائے الٰہیہ کی صفات سے متصف ہونا صرف مرشد کامل اکمل کی صحبت اور مہربانی سے ممکن ہے۔

اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ (البقرہ۔125)

ترجمہ: میرے گھر (بیت اللہ) کو طواف کرنے والوں کے لیے پاکیزہ رکھو۔۔۔آخر تک [1]

پس ظاہری کعبہ مخلوقات میں سے طواف کرنے والوں کے لیے صاف کیا جاتا ہے اور باطنی کعبہ خالق کے مشاہدہ کے لیے ہے۔ اس (ذاتِ حق تعالیٰ) کا جلوہ دیکھنے کے لیے کعبۂ باطن کو ماسویٰ اللہ سے طہارت دی جائے، پھر روحِ قدسی کے نور سے احرام باندھا جائے اور قلب کے کعبہ میں داخل ہوا جائے اور پھر اسم "اَللّٰہُ [2]" کے دائمی ذکر کے ساتھ طوافِ قدوم کیا جائے اور عرفاتِ قلب جو کہ مناجات کا مقام ہے' میں تیسرے اسم "ھُو [3]" اور چوتھے اسم "حق [4]" کے ذکر کے ساتھ وقوف کیا جائے اور پھر فواد کے مزدلفہ میں آئے اور پانچویں اسم "حی [5]" اور چھٹے اسم "قیوم [6]" کو (ذکر میں) جمع کرے اور منیٰ یعنی مقامِ سِرّ میں آئے جو حرمین کے درمیان ہے اور اس کے مابین وقوف کرے اور ساتویں اسم "قہار [7]" کے دائمی ذکر سے (منیٰ یعنی مقامِ سرّ میں) نفسِ مطمئنہ کی قربانی کرے کہ یہ اسم فنا کا باعث اور کفر کے حجاب کھولنے والا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلۡكُفۡرُ وَالۡاِيۡمَانُ مَقَامَانِ مِنۡ وَّرَآءِ الۡعَرۡشِ وَهُمَا حِجَابَانِ بَيۡنَ الۡعَبۡدِ وَ رَبِّهٖ عَزَّشَانُهٗ اَحَدُهُمَا اَسۡوَدُ وَالۡاٰخَرُ اَبۡيَضُ

ترجمہ: کفر اور ایمان عرش سے آگے کے دو مقامات ہیں اور یہ دونوں (مقامات) بندے اور اس

---

[1] طواف کرنے والوں کے علاوہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت مبارکہ میں رکوع کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ [2] جب طالب تمام صفاتی اسماء کو اپنے قلب میں جاری کر لیتا ہے یعنی صفاتِ الٰہی سے متصف ہونے کے باعث اس کے قلب کا تصفیہ ہو جاتا ہے تو اَللّٰہُ کی ذات اس میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہاں اَللّٰہُ کو دوسرا اسم کہا گیا ہے حالانکہ یہ اللہ کا اسمِ اوّل ہے لیکن یہاں دوسرا اسم کہنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ پہلے انسان میں اللہ کی صفات ظاہر ہوتی ہیں اور بعد میں ذات۔ [3] 'ھُو' تک پہنچ جانا [4] ذاتِ حق تعالیٰ کی اپنے ہی باطن میں حق الیقین کے ساتھ پہچان حاصل کرنا۔ [5،6] ذاتِ حق تعالیٰ کے ساتھ حیّ و قیوم ہو جانا [7] اسمِ قہار کی تجلیات سے نفس کو ہمیشہ کے لیے فنا کر دینا جو اللہ اور بندے کے درمیان حجاب ہے۔

کے ربّ کے درمیان حجاب ہیں اور دونوں میں سے ایک کا رنگ سیاہ اور دوسرے کا سفید ہے۔ اس (قربانی کے بعد حلق[1] ہے یعنی آٹھویں اسم کے ذکر سے روحِ قدسی کا صفاتِ بشریت سے حلق کرے (یعنی ان سے نجات حاصل کرے) اور پھر نویں اسم کے ذکر سے حرمِ سِرّ میں داخل ہو جائے اور اعتکاف کرنے والوں کا دیدار کرے اور دسویں اسم کے ذکر سے مقامِ قرب اور انسیت (محبت) میں اعتکاف کرے اور بلا کیف و تشبیہ پاک و بے نیاز اور بلند شان والے ربّ کے جمال کا دیدار کرے اور پھر گیارھویں اسم مع چھ اسماء[2] فروعات کے دائمی ذکر سے سات طواف کرے اور (طواف کرنے کے بعد) بارھویں اسم کے ذکر پیالے میں بدستِ قدرت (پاکیزہ) شراب پیئے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (الدھر۔21)

ترجمہ: اور ان کا ربّ انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔

اور پھر چہرۂ حق تعالیٰ سے نقاب اٹھ جاتا ہے اور (کسی بھی قسم کی) تشبیہ سے پاک ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) کو اسی کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطلب ہے:

❁ مَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ

ترجمہ: جو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی کے قلب پر اس کا خیال گزرا۔

یعنی بغیر حروف اور آواز کے واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے کلام کرتا ہے اور کسی بشر کے قلب پر (ان کیفیات کا) خیال نہ گزرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس سے خطاب کا ذوق ہے۔

پس اللہ نے جن چیزوں کو حرام کیا تھا وہ حلال ہو جاتی ہیں[3] اور اسمائے توحید کی تکرار سے

---

[1] سر منڈانے کے عمل کو حلق کہتے ہیں یعنی صفاتِ بشریت سے نجات حاصل کرنا۔ [2] نفس کی مکمل فنا کے بعد دیگر تمام اسماء کے دائمی ذکر سے مراد طالب کی ذات میں اللہ کی ذات اور اس کی تمام صفات کا ظاہر ہو جانا ہے۔

[3] قربِ حق کے سفر میں طالبِ حق کو تصفیہ قلب کے لیے بہت سی حلال چیزوں کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے تاکہ قلب میں کسی قسم کی لذت اور خواہش باقی نہ رہے۔ قربِ حق میں پہنچ کر وہ سب چیزیں جو پہلے ترک کی گئیں تھیں، حلال ہو جاتی ہیں۔

برائیاں نیکیوں میں بدل جاتی ہیں جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ
(الفرقان۔70)

ترجمہ: جو (سچی) توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک اعمال کرے پس اللہ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔[1]

اور پھر وہ نفسانی تصرفات سے آزاد ہو جاتا ہے اور خوف وغم سے امان پالیتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O (یونس۔62)

ترجمہ: بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی غم۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور جود وکرم سے ہمیں بھی یہ (حجِ طریقت) نصیب فرمائے۔

پھر تمام اسماء کی تکرار سے طوافِ صدر ہے اور بارھویں اسم کے ذکر سے اپنے اصلی وطن عالمِ قدس اور عالمِ احسن تقویم میں لوٹنا ہے۔ یہ (مقام) عالمِ یقین سے متعلق ہے اور یہ تاویلات دائرہ زبان اور عقل کے اندر ہیں اور جو (مقامات) اس سے آگے ہیں اس کی خبر دینا (کسی بشر کے لیے) ممکن نہیں اور نہ کسی (عام انسان کے) فہم اور ذہن کو ان کا ادراک ہو سکتا ہے اور نہ ہی حوصلے ان (مقامات کے انوار وتجلیات کو برداشت کرنے) کی طاقت رکھتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اِنَّ مِنَ الْعُلُوْمِ کَھَیْئَۃِ الْمَکْنُوْنِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا الْعُلَمَآءُ بِاللّٰہِ

ترجمہ: بے شک علوم میں ایک علم ہے جسے پوشیدہ رکھا گیا ہے اور اسے علمائے ربّانی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

---

[1] یعنی جو قربِ حق تعالیٰ کی طلب کرے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے تصدیق بالقلب سے ایمان لائے جو کہ معرفتِ حق تعالیٰ سے ہی ممکن ہے تب ہی برائیاں نیکیوں میں بدلتی ہیں ورنہ زبانی اقرار اور ظاہری توبہ سے اللہ پاک اگر چاہے تو گناہوں کو تو بخش دیتا ہے مگر برائیاں نیکیوں میں نہیں بدلتیں۔

پس جب وہ (علمائے ربانی) اس (پوشیدہ و باطنی علم) کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو اہلِ عزت اس کا انکار نہیں کرتے کیونکہ عارف جو بات بھی کرتا ہے وہ حقیقی (اور باطنی) ہوتی ہے اور عالم جو بات بھی کرتا ہے وہ سطحی (اور ظاہری) ہوتی ہے۔ پس عارف کا علم اللہ تعالیٰ کا سِرّ ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرہ۔255)

ترجمہ: اور وہ اس کے علم میں کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ (اللہ) چاہتا ہے۔ یعنی وہ انبیا اور اولیا ہیں (جن کو وہ اپنے علم تک رسائی دیتا ہے)۔

❁ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (طٰہٰ۔8-7)

ترجمہ: پس وہ (اللہ) ہر مخفی اور پوشیدہ چیز کو جانتا ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام اچھے نام اس کے ہیں۔

اور اللہ ہی (سب) جانتا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ آدمی کو پیدا ہی اس طرز پر کیا گیا ہے کہ وہ جب تک اپنے تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کر دے اپنی سعادت کے کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ اپنے نفس کی پیروی میں اپنے اختیارات کو استعمال کرنا اُس کی ہلاکت کا سبب ہے کیونکہ آدمی جب تک اپنے اختیارات پر رہتا ہے' اُس کا کوئی عمل بھی شریعت کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ نفس کی موافقت اور مطابقت میں ہوتا ہے اور اُس کا کوئی معاملہ بھی بندے کی طرح نہیں ہوتا حالانکہ اُس کی سعادت اطاعت و بندگی ہی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگلی امتوں کو رہبانیت اور سیاحت کا حکم دیا گیا تھا یہاں تک کہ اُن کے امتی لوگوں سے علیحدہ ہو کر دور کہیں پہاڑوں پر نکل جاتے تھے اور ریاضت و مجاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ ہمارے دین میں رہبانیت و سیاحت کیوں نہیں ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''ہمیں اس کے بدلے جہاد اور حج کا حکم دیا گیا ہے''۔

پس اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کے بدلے جو اس امت کو حج کا حکم دیا ہے تو اسی لیے کہ اس سے بھی مقصود مجاہدہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کو اپنے ساتھ نسبت کا شرفِ عظیم بخشا اور دنیاوی بادشاہوں کے دربار کی مثل بنا کر اس کے اطراف و جوانب کو قابلِ احترام قرار دیا۔ وہاں پر شکار کرنے یا درخت کاٹنے کو حرام قرار دیا اور اُس کی عظمت و حرمت کے لیے شاہی درباروں کے میدانوں کی طرح میدانِ عرفات کو حرم کے بالکل سامنے بنا دیا تاکہ چار دانگِ عالم سے لوگ جوق در جوق خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آیا کریں حالانکہ وہ اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مکان اور گھر میں رہنے سے پاک و منزّہ ہے۔ لیکن آدمی کی فطرت ہے کہ جب اُس پر دوست کی محبت کا جذبہ غالب آتا ہے تو اُسے دوست سے نسبت رکھنے والی ہر چیز پیاری لگنے لگتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ سے محبت کرنے والے اُس سے منسوب خانہ کعبہ کو پیار کرنے لگتے ہیں اور اُسی شوق اور آرزو میں اپنے اہل و عیال، مال اور وطن کو پس پشت ڈال کر جنگل و بیابان کے خطرات کو برداشت کرتے ہوئے عاجزانہ طور پر اس سے نسبت رکھنے والے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے نکل پڑتے ہیں۔ اس عبادت میں ان کو ایسے افعال کا حکم دیا گیا ہے جنہیں عقل نہیں سمجھ سکتی۔ مثال کے طور پر عقل کو کیا خبر کہ کنکریاں پھینکنا یا صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے پھرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور یہ اس لیے ہے کہ جو بات عقل میں آسکتی ہے اُس کے ساتھ نفس کو برابر تعلق رہتا ہے۔ نفس کو معلوم ہوتا ہے کہ عقل کیا کام کر رہی ہے؟ اور کس غرض سے کر رہی ہے؟ لیکن کمالِ بندگی یہ ہے کہ بندہ اپنے مالک کے حکم کا پابند ہو چاہے وہ حکم اُس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ پتھر پھینکنا اور سعی کرنا بلا چوں و چرا اسی تعمیلِ حکم کی زندہ مثال ہے۔ ان احکام کا بجالانا صرف بندگی کی بنا پر ہوتا ہے ورنہ عقل کے بس میں ہو تو دلیلوں میں الجھا کر رکھ دے۔ لہٰذا حج سے اس بات کی تربیت حاصل ہوتی ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ کے سامنے اس حالت میں رہے کہ اُس کے وجود میں طلبِ مولیٰ کے سوا

کسی اور چیز کا نام ونشان موجود نہ ہو اور احکامِ خداوندی کی بجا آوری میں اُس کی عقل اور طبیعت کو بالکل دخل نہ ہو۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

✿ حج سے حاصل ہونے والی عبرتیں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صورت و جہت کے لحاظ سے حج کے سفر کو آخرت کے سفر کی مانند بنایا ہے۔ وہ یوں کہ حج کے سفر سے خدا کے گھر میں حاضر ہونا مقصود ہے۔ لہٰذا سفرِ حج کے احوال و مقامات سے سفرِ آخرت کے احوال کو یاد کرنا چاہیے۔ مثلاً اپنے اہل وعیال اور دوستوں اور عزیزوں کو وداع کرتے وقت خیال کرنا چاہیے کہ یہ وداع موت والے وداع کی مانند ہے اور جس طرح سفر پر روانگی سے قبل تمام دنیاوی معاملات سے فارغ ہو کر گھر سے نکلنا لازم ہے، اسی طرح خیال کرنا چاہیے کہ عمر کے اختتام پر سفرِ آخرت کے لیے دل کو اس دنیا کی ہر شے اور ہر خواہش سے پاک کر لینا ہوگا ورنہ سفرِ آخرت خراب ہو جائے گا۔ جس طرح سفرِ حج کے لیے ہر طرح کا ضروری زادِ راہ تیار کیا جاتا ہے اور ہر طرح کی احتیاط برتی جاتی ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کہیں عین جنگل اور بیابان میں بے سروسامانی کا شکار ہونا پڑے، اسی طرح خیال کرنا چاہیے کہ بیابانِ قیامت تو اور بھی زیادہ وسیع و عریض اور بے حد ہولناک ہے اور اُس میں توشہ کی ضرورت دنیاوی بیابان سے کہیں زیادہ ہے۔ جس طرح سفرِ حج پر روانگی کے وقت ایسی چیزوں کو ساتھ لے جانے سے گریز کیا جاتا ہے جن کے جلد خراب ہو جانے کا احتمال ہو، اُسی طرح یہ خیال بھی کرنا چاہیے کہ ریا اور تقصیر کی آمیزش والی اطاعت اور عبادت زادِ آخرت کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح سواری پر بیٹھتے وقت اپنے جنازے کو یاد کیا جائے اور یہ روزمرہ کے کپڑے اتار کر دو سفید چادروں پر مشتمل احرام باندھتے وقت کفن کو یاد کیا جائے کہ سفرِ آخرت کا لباس بھی دنیاوی لباس کے برعکس ایسی ہی دو چادروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جب جنگل اور بیابان کے خطرات و تکالیف (سفر کی تکالیف اور مشقت) سامنے آئیں تو منکر نکیر، قبر کی زندگی اور قبر کے عذاب کو یاد رکھا جائے کہ لحد سے لے کر حشر تک ایک خوفناک جنگل راہ میں پڑتا

ہے جس میں خطرات و آفات بے شمار پیش آتی ہیں اور جس طرح راہبر اور محافظ کے بغیر بیابان کی آفتوں سے سلامتی کے ساتھ گزرنا محال ہے اُسی طرح قبر کی ہولناکیوں سے بلا راہبر اور محافظ سلامتی سے گزرنا ممکن نہیں اور وہ رہبر اور محافظ مرشدِ کامل اور طاعتِ خداوندی ہے۔ جس طرح جنگل اور بیابان اہل و عیال، دوستوں اور عزیزوں کے بغیر تنہا عبور کرنا ہے اُسی طرح قبر میں بھی یکہ و تنہا رہنا ہے۔

اور "لبیک" کہتے ہوئے خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ندا کا جواب دے رہا ہوں کیونکہ قیامت میں بھی ایسی ہی ندا کا جواب دینا ہوگا۔ اس لیے اسی خوف کو اپنے اوپر طاری کر کے لبیک لبیک کہا جائے۔

طواف اور سعی کے دوران اُن بے چاروں کا خیال کیا جائے جو اپنی کسی غرض کی خاطر دنیاوی بادشاہوں کے درباروں کا چکر کاٹتے ہوئے منتظر رہتے ہیں کہ کسی طرح موقع ملے تو اپنی عرضداشت پیش کر سکیں۔ یونہی صفا و مروہ کی مثال بھی سوچی جا سکتی ہے۔

میدانِ عرفات میں لوگوں کا قیام، دنیا کے تمام خطوں سے آئے ہوئے طرح طرح کے لوگوں کا اجتماع، ہر کسی کا اپنی اپنی زبان میں دعائیں مانگنا وغیرہ میدانِ قیامت کی مانند ہے جہاں تمام مخلوق کا اجتماع ہوگا اور ہر کوئی نفسا نفسی کے عالم میں ہوگا اور دعاؤں کے ردّ یا قبول ہونے کا خوف اُس پر طاری ہوگا۔

پتھر اور کنکریاں پھینکنا اس غرض سے ہے کہ ایک طرف تو خالص بندگی کا اظہار ہو جائے اور دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ادا ہو جائے کہ یہی وہ مقام تھا جہاں ابلیس اُن کے پاس آیا تھا اور انہیں شبہ میں ڈال کر اُن کو ورغلانے کی کوشش کی تھی اور جواب میں اُن سے پتھر کھائے تھے۔ پس اگر تیرے دل میں یہ خیال گزرے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے تو شیطان تھا لیکن میرے سامنے کیا ہے جو میں خواہ مخواہ پتھر مارتا پھروں؟ تو جان لے کہ یہ خیال بجائے خود شیطان کا پیدا کردہ ہے، پس اُس پر پتھر مارتا کہ اُس کی کمر ٹوٹ جائے،

کیونکہ اُس کی کمر اسی طرح توڑی جا سکتی ہے، تاکہ تو ایک فرمانبردار بندہ بن جائے اور وہی کرے جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے اور اپنے تصرف کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور یہی سمجھ کہ یوں پتھر مار کر تو نے واقعی شیطان کو زک پہنچائی ہے۔'' (کیمیائے سعادت)

خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے طالبِ خاص محرمِ راز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسلام کے پانچوں ارکان کے وہ اسرار کھول کر بیان بیان فرمائے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کو تلقین کیے تھے۔ حقیقتِ حج کے باب میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا:

❁ اے عمر (رضی اللہ عنہٗ)! یقین جانو کہ خانہ کعبہ انسان کا دل ہے۔

چنانچہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ:

قَلْبُ الْاِنْسَانِ بَیْتُ الرَّحْمٰنِ

ترجمہ: یعنی انسان کا دل دراصل خانہ کعبہ ہے۔

بلکہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: مومن کا دل عرشِ الٰہی ہے۔

پس کعبۂ دل کا حج کرنا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کعبۂ دل کا حج کس طرح کرنا چاہیے؟'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انسان کا وجود بمنزلہ ایک چار دیواری کے ہے۔ اگر اس چار دیواری میں سے شک، وہم اور غیر اللہ کا پردہ دور کر دیا جائے تو دل کے صحن میں خدا کی ذات کا جلوہ نظر آئے گا۔ حجِ کعبہ کا یہی مقصد ہے۔

نیز ایسا حقیقی حج کرنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ انسان اپنی خودی اور ہستی کو اس طرح مٹا دے کہ ہستی کا ذرّہ بھر بھی باقی نہ رہے حتیٰ کہ ظاہر و باطن یکساں پاکیزہ ہو جائے اور دل

صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جائے۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا ''حضورؐ! اپنی ہستی سے فنا کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟''

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ محبوبِ حقیقی یعنی خدا تعالیٰ پر عاشق ہونے سے۔ جو شخص عاشقِ الٰہی ہو گیا وہ فنا فی اللہ ہو گیا اور جو فنا فی اللہ ہو گیا وہ ذاتِ حق کا مظہر ہو گیا۔

پھر حضرت عمرؓ نے سوال کیا ''حضورؐ! دل کو خانۂ خدا اور عرشِ الٰہی کیوں قرار دیا ہے؟''

سرکارِ دو عالم ﷺ نے جواب دیا کہ ارشادِ باری ہے:

وَفِیۡٓ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ (الذاریٰت۔21)

یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! میں تمہارے اندر ہی ہوں۔ پھر تم مجھے کیوں نہیں دیکھتے؟

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! رہنے کی جگہ کو گھر کہتے ہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ دل میں رہتا ہے لہٰذا اسے خانۂ خدا اور عرشِ الٰہی قرار دیا۔

پھر حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! اس خاک کے پتلے میں بولنے والا، سننے والا اور دیکھنے والا کون ہے اور کیسا ہے؟

پیغمبرِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہی (خدا) بولنے والا ہے، وہی سننے والا ہے اور وہی دیکھنے والا ہے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ حضرت کعبۂ دل کا حج کون ادا کرتا ہے؟

آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ خود ذاتِ خداوندی۔ یعنی جب بندہ نفس کا پردہ دور کر دیتا ہے اور عبد اور معبود کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں رہتا تو وہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ذاتِ الٰہی کی سمائی ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا بندے کے دل میں سمانا ہی کعبۂ دل کا حج (حجِ حقیقی) ہے۔

حضرت عمرؓ نے پھر سوال کیا کہ حضور ﷺ جب سب کچھ اسی ذاتِ مقدس کا ظہور

ہے تو پھر یہ راہنمائی کس کو اور کیونکر ہے؟

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ خود ہی راہنما ہے اور خود اپنی ہی راہنمائی کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پھر یہ گونا گوں نقش ونگار کیوں ہیں؟''

پیغمبرِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ راہنمائی کی مثال سوداگری کی سی ہے کہ جس چیز کا کوئی گاہک ہو سوداگر اس کو وہی چیز دیتا ہے۔ گیہوں کے خریدار کو جَو ہرگز نہیں دیئے جاتے اور نہ ہی جَو کے خریدار کو گیہوں دیئے جاتے ہیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہٗ)! پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے اطبا۔ یعنی جس طرح طبیب مریض کی طبیعت اور مرض کے موافق دوا دیتا ہے اور اسی موافقِ طبع دوا سے اس مریض کو شفا حاصل ہوتی ہے اسی طرح پیغمبر بھی روحانی ایمانداروں کو ان کی باطنی استعداد اور روحانی مرض کے موافق دوائے معرفت عطا فرماتے ہیں جس کی بدولت مریض روحانی شفائے کلی پا کر عارفِ الٰہی بن جاتا ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہٗ)! سالکان طریق چار گروہوں میں منقسم ہیں اور ان چار گروہوں میں بلحاظ مراتب واستعدادِ باطنی زمین آسمان کا فرق ہے۔ (اسرارِ حقیقی)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ''حاجی'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

❁ حاجی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ حاجی صاحبِ کرم اہلِ باطن اور حاجی صاحبِ حرم اہلِ بطن۔ جب حاجی ولی اللہ حرمِ کعبہ میں اعتقاد کے ساتھ داخل ہوتا ہے تو تمام حرمِ کعبہ اس پر قربِ حضور کے انوار کی تجلی کرتا ہے اور جب وہ خانہ کعبہ میں داخل ہو کر اس کا طواف کرتا ہے تو مشرفِ دیدار ہو جاتا ہے۔ حاجیٔ باطن دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے بغیر ہرگز خانہ کعبہ سے باہر نہیں آتا۔ اہلِ کعبۂ دیدار دنیائے مردار کی طلب سے بیزار ہو کر اس سے ہزار بار استغفار کرتا ہے۔ لیکن حاجی صاحبِ بطن ہر وقت روٹی کے لیے پریشان اور شکایت کرتا رہتا ہے۔ حاجی ولی اللہ جب میدانِ عرفات میں لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ پکارتا ہے اور دعا

کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس وقت اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ جب وہ مدینہ منورہ میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہوتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بے شک قبر مبارک سے باہر تشریف لاکر اس سے دست مصافحہ فرماتے ہیں اور دست گیری کرتے ہیں، اسے منصب و مراتب اور تعلیم و تلقین سے نوازتے ہیں اور سرفراز وممتاز فرما کر رخصت کرتے ہیں۔ ایسا حاجی فرمانبردار، دنیائے جیفہ مردار سے تارک فارغ، باطن میں مست اور ظاہر میں ہوشیار رہتا ہے اور کبھی دنیا کی طرف نظر نہیں کرتا۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (نور الہدیٰ کلاں)

مقامِ غور

آج کے دور میں 50 یا 60 لاکھ سے زائد مسلمان حج کی سعادت ہر سال حاصل کرتے ہیں لیکن امتِ مسلمہ ہے کہ دن بدن کمزور ہو رہی ہے اور نفاق بڑھ رہا ہے۔ اغیار کے مطیع ہو رہے ہیں، دل تقویٰ سے خالی اور ہر لمحہ دنیا سے محبت اور اس کے بارے میں تفکر میں مبتلا اور موت کے خوف سے لرزاں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل میں تقویٰ نہیں ہے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے — وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج — یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

- لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب مالدار لوگ تفریح کیلئے حج کریں گے اور ان کے علما دکھاوے اور شہرت کیلئے حج کریں گے اور ان کے غریب لوگ مانگنے کیلئے حج کریں گے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی روشنی میں موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو خاص طور پر اپنا احتساب کرنا چاہیے اور انہیں غور کرنا چاہیے کہ ان کا حج واقعی اس روایت کا مصداق تو نہیں بن گیا؟ مالدار حضرات سوچیں کہ ان کے حج میں تقویٰ کی روح ہے یا سیر و تفریح کی روح، عام لوگ یہ سوچیں کہ وہ دیدار کیلئے حج کرنے جاتے ہیں یا تجارتی فائدے کیلئے۔ علما غور کریں کہ وہ عبدیت کا

سبق لینے کیلئے بیت اللہ جاتے ہیں یا اپنی پیشوایانہ حیثیت و مرتبہ کو بلند کرنے کیلئے۔ اسی طرح غریب لوگ سوچیں کہ حج کو انہوں نے مانگنے کا ذریعہ بنایا یا مقصد کوئی دینی و اُخروی بھلائی ہے؟

بارگاہ رسول ﷺ میں حاضری

کعبے کا بھی کعبہ ہے مدینہ جس کا گھر ہے

حج سے پہلے یا حج سے فارغ ہو کر روضۂ رسول ﷺ کی حاضری ایک مسلمان کے لیے سب سے بڑی سعادت ہے۔

مومنین میں کبھی بھی کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق نہ ہو اور وہ آپ کی، آپ کے روضۂ مبارک کی اور آپ کے دیارِ پاک کی زیارت کا خواہشمند نہ ہو۔ اس لیے جب کبھی کسی مومن کو عمرہ و حج کی غرض سے یا کسی اور غرض سے مکہ و مدینہ پاک کی سرزمین میں پہنچنے کا موقع ملتا ہے اُس کا دل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضری دینے کے لیے مچل اٹھتا ہے اور جب تک وہ اس چاہت کو پورا نہیں کر لیتا وہ بے قرار رہتا ہے۔

موجودہ دور سے پہلے جب ملتِ اسلامیہ ایک ہی جھنڈے تلے ہوا کرتی تھی اور موجودہ جغرافیائی حد بندیوں کی پابندی نہیں ہوا کرتی تھی تو عشاق اور مقربین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ حجازِ مقدس میں جا کر حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں روضہ رسول اللہ ﷺ پر حاضری دینے کو بے ادبی اور آدابِ حُبِّ رسول ﷺ کے خلاف سمجھتے تھے۔ وہ ہمیشہ پہلے مدینہ منورہ میں روضۂ رسول ﷺ کی زیارت سے سیراب ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں حج اور عمرہ کی نیت کر کے جاتے کیوں کہ عاشقوں کے آئین میں حج اور عمرہ حُبِّ رسول ﷺ کی نسبت ثانوی حیثیت رکھتے ہیں کہ حُبِّ رسول ﷺ ہے تو حج اور عمرہ کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

ہے ورنہ نہیں۔ لیکن آج کل جغرافیائی پابندیوں کے باعث اس کے مواقع بہت قلیل رہ گئے ہیں۔ اس لیے حج اور عمرہ کے بہانے حجازِ مقدس میں جا کر روضۂ رسول ﷺ کی حاضری کا وقت نکالا جاتا ہے اور اس دور میں یہ بھی غنیمت سے کم نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کی حاضری دین اور دنیا میں کامیابی اور سعادت کا ذریعہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

- جس نے میری حیاتِ ظاہری کے بعد حج کیا اور میری قبر کی زیارت کو آیا تو گویا اُس نے میری حیاتِ ظاہری میں میری زیارت کی۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

- جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

- جو شخص حج کے لیے مکہ مکرمہ جائے اُس کے بعد میری مسجد (مسجدِ نبوی ﷺ) میں آئے اُس کے لیے دو مبرور[1] حج کا ثواب ہے۔

بیہقی کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

- جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر درود سلام پڑھتا ہے تو اُس کی دنیا و آخرت کی ضرورتیں پوری کر دی جاتی ہیں اور قیامت کے دن میں اُس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔

بیہقی کی ایک اور روایت میں ہے:

- جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کے پاس کھڑا ہو اور ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ'' پڑھ کر ستر (۷۰) مرتبہ ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ'' کہے تو ایک فرشتہ

---

[1] حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے حج مقبول مراد ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے ''جو اللہ ہی کے لیے حج کرے اس میں نہ افث (فحش کاری) نہ فسق ہو تو وہ اس دن کی طرح لوٹتا ہے جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔''

کہتا ہے کہ اے شخص! اللہ جلّ شانہٗ تجھ پر رحمت نازل کرتا ہے اور اُس کی ہر حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے جب مکہ مکرمہ سے نکل آئے تو مکہ کی ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا اور جب مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں کی ہر چیز روشن ہوگئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مدینہ میرا گھر ہے اور اسی میں میری قبر ہوگی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ میری قبر کی زیارت کرے۔

ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ اقدس پر حاضری کتنی عظیم اہمیت اور برکت کی حامل ہے۔ بڑا بدبخت ہے وہ شخص جو اس نعمتِ عالیہ سے محروم رہ جائے۔ لہٰذا حجازِ مقدس میں پہنچ کر حج سے پہلے یا بعد میں جب زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے جائیں تو سراپا عجز و انکسار بن کر پاکیزہ و باادب جذبوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں قدم رکھیں اور حرمِ مدینہ میں انتہائی ادب سے رہیں کیونکہ مدینہ منورہ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان مبارک ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت دی اور اسے محترم بنا دیا اور میں مدینہ کو حرمت دے کر محترم بناتا ہوں۔ اب اس کے دونوں کناروں کے درمیان نہ تو خونریزی کی جائے اور نہ یہاں جنگ کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں اور جانوروں کی خوراک کے علاوہ یہاں کے درختوں کے پتے نہ جھاڑے جائیں۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی:

اے اللہ! تو نے جتنی برکت مکہ کو عطا فرمائی اُس سے دگنی برکت مدینہ کو عطا فرما دے۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ جو کوئی اہلِ مدینہ کے ساتھ دھوکہ دہی کرے گا وہ اس طرح ختم ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

شب الایمان کی ایک روایت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ جو مسلمان قصداً میری زیارت کو آتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ہمراہیوں میں ہوگا اور مدینہ میں قیام کے دوران یہاں کے مصائب پر صبر کرے گا تو میں قیامت کے دن اُس کا گواہ ہوں گا اور اُس کی شفاعت کروں گا۔ جو مسلمان حرمین (حرمِ مکہ اور حرمِ مدینہ) میں سے کسی ایک جگہ فوت ہوگا تو قیامت کے دن اُس کا حشر امن یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

جب روضۂ رسول اللہ ﷺ پر حاضر ہوں تو صلوٰۃ اور سلام پڑھتے ہوئے اس طرح حاضری دیں کہ گویا آپ ﷺ کی حیات میں آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو رہے ہوں اور انتہائی ادب اور احترام کے ساتھ اپنی التجائیں اور درخواستیں پیش کریں اور اپنی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو سفارشی بنائیں کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء۔64)

ترجمہ: اور اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے (گناہ کرنے) کے بعد آپ (ﷺ) کے پاس آ کر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول (ﷺ) بھی اُن کے لیے بخشش کی دعا فرما دیں تو بلاشک و شبہ وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔

آپ ﷺ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر کیا کیا جائے؟ کس قسم کی دعائیں مانگی جائیں؟ کیا کیا اعمال کیے جائیں؟ تو عرض ہے کہ اپنے دلوں کا جائزہ لیں۔ دلوں کی کیفیات کا معائنہ کریں۔ بھلا عاشقوں کو آدابِ عاشقی سکھلائے جاتے ہیں؟ محبوب کی بارگاہ میں عشق خود اپنے آداب اور قرینے سکھلا دیتا ہے۔ بس اتنی التجا ہی کافی ہے کہ:

❁ اے میرے آقا و مولیٰ ﷺ! میں آپ کا غلام ہوں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔

فقط اتنا چاہتا ہوں کہ ظاہر و باطن کے دم دم میں آپ کا ہو کر رہ جاؤں۔ مجھے اپنی دائمی غلامی کا شرف عطا فرما دیں، مجھے طلبِ غیر سے نجات عطا فرما دیں اور مجھے میرے نفس کے شر سے، شیطان کے شر سے مفلسی و مالداری کے شر سے اور حبِ دنیا کے شر سے اپنی دائمی پناہ عطا فرما دیں اور مجھے ظاہر و باطن میں پاک وطیب و طاہر فرما کر اپنی بارگاہ کی دائمی حضوری عطا فرما دیں اور اپنی بارگاہ کا وہ فقر عطا فرما دیں جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔)

مسجدِ نبویؐ میں حاضری اور عبادات کے دوران اس کا ادب و احترام اُس کی شان کے لائق کریں کہ اس میں پڑھی ہوئی ایک نماز کا درجہ پچاس ہزار نمازوں سے افضل ہے بلکہ مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت کے مطابق اس سے بھی کئی ہزار گنا بڑھ کر ہے۔ کم از کم چالیس نمازیں یہاں ضرور پوری کریں۔

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں عاجزانہ سلام پیش کرتے رہیں اور اُن کو بھی اپنا سفارشی بناتے رہیں۔

مدینہ منورہ کے قرب و جوار کے مقدس مقامات کی زیارت بھی کریں۔ آلِ رسولؐ اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزارات پر بھی حاضری دیں کہ یہ باعثِ ثواب و برکت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی حج اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری نصیب فرمائے۔ آمین

حقیقتِ حج سلسلہ سروری قادری کے اکتیسویں شیخِ کامل سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی تصنیفِ مبارکہ ہے جس میں آپ مدظلہ الاقدس نے نہ صرف حجِ شریعت یعنی حج کے ظاہری ارکان و شرائط بلکہ حجِ باطن یعنی حج کی اصل روح اور حقیقت اور اس کے فرضیت کے اصل مقصد کو قرآن و حدیث اور فقرا کے فرامین کی روشنی میں نہایت ہی خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔



سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سلطان الفقر ہاؤس
4-5/A ۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790
Ph: +92-42-35436600 Cell: +92 322 4722766
- https://www.sultan-bahoo.com
- https://www.sultan-ul-ashiqeen.com
- https://www.sultan-ul-faqr-publications.com
- E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

ISBN: 978-969-9795-92-3



Rs: 70.00